علامہ محمد انور شاہ کشمیری کی فقہ حنفی کی تائید

اسباب اور ثمرات

(از۔ ڈاکٹر سید محمد فاروق بخاری شعبۂ عربی امر سنگھ کالج سری نگر)

قسط نمبر ۳

فروعی اختلافات کی شرعی منزل

علامہ انور شاہ کشمیری نے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا اپنی علمی زندگی میں حنفی مسلک کی طرف جو توجہ کی اس کے پیچھے امام اعظم رح اور اُن کے مذہب سے عقیدت سے زیادہ افسوسناک حالات و واقعات کا دخل تھا انھوں نے فروعی مسائل پر جو چند رسائل لکھے حقیقت یہ ہے کہ وہ انھیں لکھنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ مگر جب اُنھوں نے دیکھا کہ فروعی مسائل کفر اور ایمان کا معیار بن گئے ہیں، فقہ حنفی حدیثِ رسول کا دشمن قرار دیا جا رہا ہے، احناف مستحل الدم سمجھے جاتے ہیں، امام اعظم رح کو جہمی اور مرجی کہا جاتا ہے، بیس رکعت کی تراویح "بدعتِ فاروقی" ہونے کی تبلیغ کی جا رہی ہے اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی شان میں کھلی گستاخی کی جا رہی ہے تو انھوں نے مجبوراً چند فروعی مسائل پر قلم اُٹھا کر کچھ رسالے لکھے جن میں ان مسائل کی حقیقت واضح کرتے ہوئے امام ابو حنیفہ رح کے مختارات کے وجوہ و اسباب بیان کیے۔ اِس طرح یہ علمی کام انھوں نے کسی تعصب اور تقلید

بے جان کے زیر اثر انجام نہیں دیا بلکہ علم و تحقیق کی مشعل فروزاں رکھنے میں اپنی ذمہ داری پوری کی۔

فروعی اختلافات کی نوعیت بیان کرنے کے دوران علامہ انور شاہ کشمیری نے ان اوہام و خرافات کی جڑ ہی کاٹ دی کہ فروعی مسائل اسلام میں اتنی غیر معمولی اہمیت بھی رکھتے ہیں کہ ان پر مخالفین ایک دوسرے کی تکفیر و تفسیق کریں وہ اپنے رسائل اور درسی تقاریر میں جگہ جگہ واضح کرتے ہیں کہ فروعی مسائل کا یہ اختلاف ہر اعتبار سے باعث رحمت ہے کیوں کہ اس سے صرف تنوع عبادات جیسی نعمت پر روشنی پڑتی ہے۔ ان مسائل کو دین کے بنیادی عقائد میں شامل کرنا فقاہت اور سلامتِ فکر سے محروم ہونے کا نتیجہ ہے مسئلہ رفع یدین پر لکھے ہوئے اپنے رسالے کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں :-

ماقصدتُ بها اخمال احد الطرفين ولا يستطيعه ذو عينين۔ انما اردتُ بها ان يبد لكل واحد من الفريقين وجهًا من الجانبين وهما على الحق من الجانبين۔ وليس الخلاف اختلافات النقيضين بل اختلاف تنوع في العلاة من الوجهتين وكل سنة ثابتة من رسول الثقلين۔ [۱]

میرے یہ رسالہ لکھنے سے یہ مقصد نہیں ہے کہ کسی فریق کو نیچا دکھانے کی کوشش کروں اور نہ کوئی صاحب بینا اس کی ہمت کر سکتا ہے ۔میرا مقصد صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ دونوں فریق اپنے پاس دلیل رکھتے ہیں اور اس لیے دونوں حق پر ہیں ۔یہ تضاد و ٹکراؤ کا اختلاف نہیں ہے بلکہ حقیقت دونوں صورتوں سے عبادت میں تنوع دکھانے کا اختلاف ہے ۔ہر سنت حضور سے ثابت ہے ۔اپنی ایک درسی تقریر میں پورے جزم و یقین کے ساتھ فرماتے ہیں :

---

[۱] نیل الفرقدین فی مسألة رفع الیدین : ص ۲-۳

المسألة اذا كانت مختلفة بين الصحابة رضي الله عنهم فلا بأس بأن يؤخذ باحد جوانبها۔ [1]

جب کوئی مسئلہ صحابہؓ کے درمیان مختلف ہو تو کوئی پروا نہیں اگر اس کا کوئی بھی رخ اختیار کیا جائے۔

اسی طرح وہ اس دعویٰ کی بھی تغلیط و تردید کرتے ہیں کہ سارا دین فقہ ہی میں موجود ہے۔ فرماتے ہیں:

مَنْ زَعَمَ اَنَّ الدِّينَ كلّه في الفقه بحيث لا يبقى وراءه شئ فقد حاد عن الصواب۔ [2]

جس نے گمان کیا کہ سارا دین فقہ ہی میں موجود ہے اور اس سے باہر کوئی بھی چیز باقی نہیں رہی تو وہ راہِ راست سے ہٹ گیا ہے۔

علامہ انور شاہؒ کی یہ بھی تحقیق تھی کہ اکابرین امت کے نزدیک فروعی اختلافات اَولیٰ اور غیر اَولیٰ سے زیادہ وقعت و اہمیت نہیں رکھتے جیسا کہ علامہ بدرالدین عینیؒ نے مبانی الاخبار، حافظ ابن تیمیہؒ نے اپنے فتاویٰ اور منہاج السنۃ میں اور علامہ ابن قیمؒ نے اپنی تصانیف میں اس کی تصریح کی ہے [3]۔ مولانا سعید احمد اکبرآبادی لکھتے ہیں کہ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے تھے کہ کبھی کبھی رفع یدین بھی کرنا چاہیے۔ اس طرح دونوں سنتوں پر عمل ہو سکے [4]۔ حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ کے اس تعزیتی بیان سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جو انھوں نے حضرت مولانا انور شاہ صاحب کے انتقال پر شائع کیا تھا۔

بعض مسائل میں صحابہ کرامؓ کی شدت اختیار کرنے کا مقصد سنت رسول کو مضبوطی سے تھامنا تھا

علامہ کشمیری زور دے کر کہتے ہیں کہ صحابہؓ کے درمیان اگر کسی مسئلہ میں

---

[1] فیض الباری ج ۳ ص ۱۶۴

[2] ایضاً: ج ۲ ص ۱۰

[3] نفحۃ العنبر: ص ۶۲ مطبوعہ مسلم اوقاف سرینگر

[4] تجلیاتِ انور مقالہ: مولانا اکبرآبادی

اختلاف کی شدت نظر آتی ہے تو یہ صرف ہماری نظروں کا قصور ہے ورنہ حقیقت صرف اتنی ہے کہ یہ حضرات اپنے نبیؐ کی سنت کی کمال اتباع کے بغیر اور کوئی مقصد نہیں رکھتے اُمت نے اس سے غلط معنی لے کر فرقہ بندی کو جنم دیا۔ اُمت کے لئے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ کسی بھی صحابی کی اتباع کرے اور ایک دوسرے کی تغلیظ و تردید میں وقت ضائع نہ کریں۔ مسئلہ رفع یدین سے متعلق ایک حدیث پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

فان ھٰؤلاء اصحاب رسول اللہ واعلام الھدیٰ۔ لم یقصدوا بتلک المبالغات الا التمسک بسنۃ نبیھم والعض علیھا بالنواجذ۔ فایھم اقتدیتم اھتدیتم وانما اردنا بیان تحامل الخصوم علینا فان ابن عمرؓ وامثالہ ارادوا احیاء السنۃ وھٰؤلاء ھمّھم اعدام الحنفیۃ من صفحۃ الواقع۔ ولیس بدأب صحیح۔ فان الصحابۃ رضی اللہ عنھم اذا اختلفوا فی امر فالجانبان حقٌ وصواب احتمال جانب او اعدامہ بنحو حسن فی الحجۃ رقم علی الماء

پس یہ سب کے سب آنحضرتؐ کے اصحاب اور ہدایت کے نقوش ہیں۔ انھوں نے یہاں جو شدت اختیار کی اس کا مقصد اس کے سوا کچھ بھی نہیں تھا کہ سنت رسولؐ کو پوری قوت اور مضبوطی کے ساتھ تھامے رہیں اور اس کی حفاظت کرتے رہیں۔ ہمارا ابھی یہاں مقصد مخالفین کی زیادتی کو بیان کرنا ہے کیونکہ "حقیقت" یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اور ان جیسے دوسرے اصحابِ رسول اللہؐ کا مقصد صرف سنت زندہ رکھنا ہے جبکہ مخالفین کی ساری کوشش احناف کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے ہے۔ جو ایک اچھی عادت نہیں ہے جب صحابۂ کرامؓ کسی مسئلہ میں اختلاف رکھتے ہوں تو دونوں حق وصواب پر قائم ہوتے ہیں اپنی

لا غیر [1] کچھ مُحبّتی سے کسی جانب کو نیچا دکھانا یا اُسے فنا کرنے کی کوشش کرنا بے فائدہ اور نقش بر آب کے مرادف ہے۔

خاص مسئلۂ رفعِ یدین کے بارے میں اپنی حتمی رائے اس طرح ظاہر کرتے ہیں:

فمن رفع فهو على حق وسنةٍ وكذلك من ترك فلا لوم عليه ولا عنف ولا شئ اذا كان لهما ايضاً فى السلف قدوة ونسل الله التوفيق و سبيل السداد [2]

پس جو رفع یدین کرتا ہے تو وہ بھی حق اور سُنت کے عین مطابق ہے۔ اور جس نے ترک کیا وہ بھی کسی ملامت اور درشتی کا مستحق نہیں ٹھہرا کیوں کہ جب ان کے پاس بھی اَسلاف کرام میں نمونۂ اتباع موجود ہے (تو گرفت کی کوئی بات نہیں ہے) ہم اللہ سے راہِ راست اور توفیق کی دُعا کرتے ہیں۔

صحابۂ کرامؓ دین کے لئے بُنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں۔

فرقہ بندی کے نتیجے میں مسلمان نصرف دنیاوی نقصان اُٹھاتے ہیں بلکہ غیر شعوری طور پر اپنی عاقبت بھی خطرے میں ڈالتے ہیں کیونکہ سب سے پہلے اس کی زد اس مقدس جماعت پر پڑتی جو قرآن و شریعت کے اولین امین و مُبلغ تھے۔ جب ان کی نیتوں پر ہی شکوک پیدا کئے جائیں تو دین کی عظمت و حُرمت مشتبہ ہو جاتی ہے۔ اسے علامہ انور شاہ کشمیری فقہ (فہم) کا نقص قرار دیتے ہیں۔ وہ اِس طرزِ فکر کے بدترین انجام پر مسلمانوں کو مُتنبہ کرتے ہوئے مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کے لئے دست بدعا ہیں:

فان بعض من لا فقه لهم فى الدين لما رأوا ابن مسعود رضى الله عنه

چند لوگوں نے جو دین میں فہم و فکر نہیں رکھتے ہیں جب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو دیکھا کہ

---

[1] نیل الفرقدین فی مسئلۃ رفع الیدین: ص ۳۸ [2] ایضاً ۳۸

یترک الرفع جعلوا یطعنون علیہ ویقدحون فیہ ولا یدرون انھم بصنیعھم ھذا یھدمون بنیان الدین فان نحو ابن مسعود رضی اللہ عنہ لما صار مطعوناً عندھم العیاذ باللہ فمن یأخذون الدین من بعدہ

اللھم احینا علی حبک وحب رسولک وحب الہ واصحابہ والمسلمین اجمعین وامتنا علیہ ولا تجعل فی قلوبنا غلاً للذین امنوا ربنا انک رؤف رحیم[1]

انھوں نے رفع یدین ترک کیا تو ان کی شان میں طعنہ زنی کرنے لگے اور رد و قدح شروع کی مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ ایسا کرنے سے وہ دین کی بنیاد ہی منہدم کرتے ہیں جب ابن مسعود جیسے صحابیٔ رسول اُن کے ہاں مطعون ہو گئے تو ان کے بعد وہ دین کس سے حاصل کر سکتے ہیں ...... اے اللہ! ہمیں اپنی محبت، اپنے پیغمبر، ان کے آل و اصحاب اور تمام مسلمانوں کی محبت پر زندہ رکھ اور ہمیں اسی محبت کے ساتھ دنیا سے اُٹھاؤ۔ ہمارے دلوں میں مسلمانوں کے لئے کوئی کینہ نہ رکھ، بیشک اے خدا تو شفیق اور مہربان ہے۔

وحدتِ اُمت کا جلیل القدر علمبردار

حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ مسلمانوں کی وحدت اور اتفاق و موانست کے اُمیدوار اور آرزومند تھے۔ جنہوں نے ان کی حیات اور تصانیف کا سرسری مطالعہ کیا ہوگا وہ بھی طرح جانتے ہوں گے کہ وہ اپنے زمانے میں اُن علماء سے کہیں زیادہ وسیع القلب اور وسیع المشرب عالمِ دین تھے جو "الدین یسر" کا نعرہ لیے ہوئے میدانِ عمل میں اُترے تھے اور انھیں اس کے لئے کوئی ایسی ناپسندیدہ "قربانی" نہیں دینی پڑی جو بعض لوگوں نے "انکارِ حدیث یا نادرِ اسلام" کی صورت میں پیش کی۔ وہ مذہبی حمیت و غیرت کی دولت سے مالا مال تھے اور دین

---

[1] نیل الفرقدین: ص ۳۸

میں کسی تساہل و بے غیرتی کو برداشت نہیں کرتے تھے۔ قادیانی ارتداد کے مقابلے میں اس طرح سینہ سپر ہوئے کہ اپنی جان کی پروا نہیں کی۔ جب دیکھا کہ منظم سازشوں کے ذریعہ مسلمانوں کے عقائد میں رخنے ڈالنے کی کوششیں ہو رہی ہیں تو اُن کی رگِ حمیت پھڑک گئی اور ایک عظیم الشان کتاب لکھی جس میں ضروریاتِ دین اور مہماتِ اسلام کی اہمیت و نزاکت واضح کی۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

فمن جحد شیئاً واحداً من الضروریات فقد آمن ببعض الکتاب وکفر ببعضه وهو من الکافرین وإن رکض الی بلاد الصین واوربا لنشر ما زعمه دیناً[1]	جس نے ضروریاتِ دین میں سے کسی ایک کا بھی انکار کیا وہ گویا قرآن کے کچھ حصے پر ایمان لایا اور کچھ حصے کا انکار کیا اور ایسا شخص قطعاً کافر ہے چاہے وہ برعم خویش دین کی اشاعت کے لئے یورپ اور چین ہی کیوں نہ دوڑے۔

"عقائد کیا ہیں اور ایک مسلمان کے لئے انھیں کیا اہمیت ہونی چاہیے؟ ان مختصر الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

فنقول الصلوٰة فریضةٌ واعتقادُ فرضیتها فرضٌ وتحصیل علمها فرض وجحدها کفرٌ وکذا جهلها والتسوالک سنةٌ واعتقاد سُنیته فرضٌ وتحصیل علمه سُنة وجحودها کفرٌ وجهله حرمانٌ وترکه عتابٌ اوعقاب[2]	پس ہم کہہ سکتے ہیں کہ نماز فرض ہے۔ اس کے فرض ہونے کا اعتقاد رکھنا فرض ہے، اس کا علم حاصل کرنا فرض ہے، نماز سے منکر ہونا اور اسے جان بوجھ کر بجا لانا کفر ہے۔ اسی طرح مسواک کرنا سنت ہے۔ اس کے سنت ہونے کا اعتقاد رکھنا فرض ہے۔ اس کا علم حاصل کرنا سنت ہے۔ اس کے سنت ہونے سے

---

[1] اکفار الملحدین فی شیٔ من ضروریات الدین: ص ۳۔ [2] ایضاً۔

انکار کرنا کفر ہے۔ اس سے غافل رہنا محرومی ہے۔ اس کا چھوڑنا موجبِ عتاب اور لائق سزا ہے۔

اس غیرتِ دینی، آزاد خیال لوگوں سے عدمِ مصالحت اور مذہبی حدود کی پاسداری میں شدت اور تصلب کے باوجود اُن کے قلب و ذہن کی وسعت اُن سے کہیں زیادہ یاد آور ثابت ہوئی جنھوں نے "جدید اسلام" لانے کے نام پر اپنا سارا اثاثہ "بھینٹ" چڑھایا۔ یہاں تک کہ حضرت شاہ صاحبؒ کی شدید حنفیت بھی کہیں کسی جگہ اُن کی ملی خدمات کی راہ میں رکاوٹ ثابت نہیں ہو سکی۔ مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی (جو جامعہ ازہر کے فارغ التحصیل علامہ رشید رضا مصری کے شاگرد اور مولانا ابو الکلام آزاد کے علمی معاون تھے) بیان کرتے ہیں:

"جب میں نے سنا کہ مولانا انور شاہ صاحب نے اپنے درسِ حدیث میں تائیدِ مذہبِ حنفی میں دھوم مچائی ہے تو میرے دل میں اُن کے بارے میں اچھی رائے قائم نہیں ہوئی مگر جب بعد میں حالات معلوم ہوئے تو ان کی عظمت سے دل لبریز ہوا۔"[1]

راقم سطور حضرت علامہ انور شاہ صاحبؒ کے عہد کی ہندوستانی تاریخ کا جو حصہ مطالعہ کر سکا اس کی روشنی میں دعویٰ کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ کسی بھی قابلِ اعتماد عالمِ دین نے اُن کی مذہبِ حنفی کی کھلی تائید اور علمی حمایت پر تنقید اور تنقیص نہیں کی ہے، بلکہ ہر شخص کو اس بات کا پختہ یقین ہو گیا تھا کہ اس نصرت و حمایت کے پیچھے اخلاص، علم و فضل اور تحقیق پسندی کار فرما ہے، نہ کہ تحزّب یا مسلکی تعصب۔ یہی وجہ ہے جلیل القدر علمائے اہلِ حدیث اُن کی عزت و توقیر میں سب سے آگے ہوتے تھے۔ اُن کے تلمیذِ ارشد مولانا محمد انوری لائلپوری اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:

حضرت شاہ صاحبؒ امرتسر تشریف لاتے تو علمائے اہلِ حدیث احناف کی نسبت زیادہ تعداد میں حضرت کی مجالس میں شریک ہوا کرتے تھے اور اس کا اہتمام خصوصی

---

[1] ذکرِ آزاد: ص ۴۸ - ۴۹، مطبوعہ کلکتہ

رکھتے تھے۔ [۱]

اُن کے غیر متعصب اور مسلمانوں کے لئے اجتماعی طور پر محبت، خلوص اور ترقی کا خواہاں ہونے کی طرف اُن کے افادات اور نصائح میں بار بار اشارے ملتے ہیں۔ اُن کے ممتاز علمی و فکری جانشین مولانا محمد یوسف بنوریؒ لکھتے ہیں:

وکان ینبّہ الطلبۃ تنبیہاً عظیماً أن لا یذھب وھلکم الی ضعف مذھبِ امامٍ من ائمۃِ المجتہدین فکلھم ائمۃٌ قُدوۃٌ ولنا فیھم أُسوۃٌ حسنۃ [۲]

حضرت شاہ صاحبؒ اپنے شاگردوں کو پوری طرح خبردار کرتے تھے کہ کہیں وہ ائمہ مجتہدین کے مذاہب میں سے کسی مذہب کی تضعیف کرنے کی جرأت نہ کریں۔ وہ سب کے سب ہمارے راہنما اور امام ہیں ان میں ہمارے لئے اُسوۂ حسنہ ہے۔

اُن کے دوسرے وسیع النظر فاضل شاگرد مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ رقمطراز ہیں:

"شاہ صاحب کو حالانکہ اپنی حنفیت پر اصرار بلیغ تھا مگر بایں ہمہ یہ اُن کے درسی افادات کا شعوری یا غیر شعوری اثر ہے کہ اپنے دل کو اہلِ سنت والجماعت کے تمام ائمہ اجتہاد جیسے امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمہم اللہ کی عظمت سے معمور پاتا ہوں اور شاہ صاحبؒ ہی کے سمجھانے سے یہ سمجھ میں آیا کہ سارے اجتہادی مسائل جن میں بظاہر اختلاف نظر آتا ہے سب ہی حق پر ہیں اور سب حق تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہیں۔" [۳]

---

[۱] حیاتِ انور: ص ۳۴، مقالہ مولانا محمد انوری لائلپوری

[۲] نفحۃ العنبر: ۹۰-۹۱

[۳] حیاتِ انور: ص ۷۱-۷۲

خود ایک مرتبہ علامہ انور شاہ صاحبؒ نے فرمایا ہے:

"حافظ ابن تیمیہؒ نے حنفی کا شافعی کی اقتدار کرنے کی درستی اور صحت پر اجماع نقل کیا ہے۔ اسی طرح ہر صاحبِ مذہب دوسرے اصحابِ مذاہب فقہیہ کی اقتدا کرسکتا ہے۔ حافظ ابن تیمیہؒ نے یہ بات بھی بصراحت لکھی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا یہی مذہب ہے۔ البتہ صاحبِ درمختار اقتدار کی نادرستی کے قائل ہیں۔ مگر میں کہتا ہوں کہ ایسا کیوں کر ہو سکتا ہے! جب کہ دین ایک ہے، نبی ایک ہے، قبلہ ایک ہے۔ اس لئے یہ کہنا بالکل بعید از فہم ہے کہ نماز میں کسی حنفی کا شافعی المذہب کے پیچھے پڑھنا درست نہیں ہے، حالانکہ نماز مہماتِ دین سے ہے۔ اس مسئلہ کے بارے میں فتح القدیر اور ہدایہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔" لہ

ائمۂ محدثین اور ان کی خدمات کا ان کے دل میں اس قدر احترام تھا کہ جگہ جگہ امام بخاری کو امیر المؤمنین فی الحدیث کہتے ہیں۔ ایک جگہ امام بخاریؒ کے اس مشہور قول' جو انھوں نے امام ترمذیؒ سے فرمایا تھا کہ میں نے آپ سے اتنا فائدہ حاصل کیا۔ جتنا آپ نے مجھ سے حاصل نہیں کیا' پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس قول سے مراد یہ ہے کہ میں نے آپ سے اتنا استفادہ کیا جو کسی دوسرے سے نہیں۔ ورنہ علمِ حدیث میں حضرتِ امام بخاریؒ کا مقام حضرت امام ترمذیؒ سے بہت بلند ہے۔

فان الترمذی وان کان من جبال الحدیث ولکن البخاری	اگر امام ترمذی بلاشبہ علمِ حدیث کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ تھے مگر امام بخاری

لہ فیض الباری علیٰ صحیح البخاری ج ۳ ص ۱۱۱

کان شمس سماء ھذا الفن۔[۱] آسمان حدیث کے خورشیدِ تاباں تھے۔

اور تو اور امام داؤد ظاہریؒ کے بارے میں عام علمائے ہند کا یہ خیال رہا ہے۔
(بالفاظ مولانا ابو الکلام آزاد)۔

عامۂ علمائے ہند کا یہ خیال رہا ہے کہ امام داؤد ظاہری کوئی مُبتدع اور خارج
از اہل السنت شخص تھے اور ان کا گروہ بھی اہل ہویٰ و بدعت سے تھا۔"[۲]

مگر مولانا آزاد سے بہت قبل امام ظاہری کو علامہ انور شاہ صاحب جلیل القدر
اور مجتہد تسلیم کر چکے تھے[۳]۔ اسی طرح علامہ ابن حزم ظاہری جیسی مورد بحث و تنقید شخصیت
کو پورا مرتبہ و مقام بخشتے ہیں جس کے وہ اپنی شاندار علمی و تحقیقی خدمات کی وجہ سے مستحق ہیں۔
اگر ایک طرف اُن کی اسناد پرستی[۴] اور شدید احتمال پسندی[۵] پر کڑی تنقید کرتے ہیں مگر جہاں
دفاع کرنے کا موقع ملتا ہے وہاں اُن کے کسی بھی عقیدتمند سے پیچھے نہیں رہتے ہیں ایک
جگہ فرماتے ہیں:

یہ بات مشہور ہے کہ ظاہری مسلک کے علماء قیاس کے مُنکر ہیں مگر صحیح بات یہ
ہے کہ وہ قیاسِ جلی کا انکار نہیں کرتے ہیں مگر قیاسِ خفی کا۔ قیاسِ جلی و
قیاسِ خفی کا فرق و تمیز ایسی چیز ہے جس کا تعلق ذوقِ سلیم کے ساتھ ہے
جس کے لئے انضباط اور حد بندی ناممکن ہے۔ ظاہریوں کی طرف یہ بھی منسوب
کیا جاتا ہے کہ وہ اقوالِ صحابہ کو دلیل نہیں سمجھتے مگر میں کہتا ہوں کہ یہ نسبت
اُن سے عمومی ناراضگی کا ردِ عمل ہے ورنہ ابنِ حزم اندلسیؒ جو کبار علماءِ ظاہریہ

---

[۱] العرف الشذی فی شرح سنن ترمذی: ص ۴۶ ۔ [۲] تذکرہ: ص ۲۵۳ مرتبہ مالک رام صاحب

[۳] فیض الباری: ج ۱ ص ۲۴۳ [۴] نیل الفرقدین: ۲۸

[۵] انوار الباری: مولانا احمد رضا بجنوری مقدمہ حصہ دوم تذکرہ محدث ابن حزمؒ۔

میں سے ہیں اپنی کتاب المحلی والمجلی میں اسی طرح اقوالِ صحابہ سے تمسک کرتے ہیں جس طرح ہم کرتے ہیں۔[1]"

جس جلیل القدر محدث اور بے مثال دینی مدرس کے ہاں تنقید کا معیار اتنا بلند ہو اُسے محض اِس "قصور" کے پاداش میں" کہ اس نے امام ابوحنیفہؒ کے خلاف ظلم و زیادتی کا پردہ کیوں چاک کیا متعصب قرار نہیں دیا جاسکتا۔ تعصب دوسروں کا حق چھیننے ہی کا نام ہے مگر یہاں صرف اِس کا اہتمام نظر آتا ہے کہ ہر شخص کو اُس کا وہ حق دیا جائے جس کا وہ صحیح معنوں میں مستحق ہے۔ علامہ انور شاہ وحدتِ اُمت کے کس قدر متمنی تھے اس کا اندازہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری کے اِس بیان سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے، بار بار پڑھنے کے لائق ہے۔

قال الشیخ رحمہ اللہ کنت رأیتُ فی البدائع اَنّ رفع الیدینِ فی غیرالتحریمۃ مکروہٌ تحریماً. .... فکان فی قلبی منہُ شیٔ" وکنتُ اُتمنّی اَنْ افوز بنقل مِن الاکابر خلافہ حتّٰی رأیتُ بعد خمس وعشرین حجۃ اَنّ الامام ابابکرالرازی الجصاص صرّح فی احکامِ القرآن فی من بحث استطراداً مِن مسائل رؤیۃ الھلال

حضرتِ شاہ صاحبؒ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ میں نے بدائع میں یہ لکھا ہوا پایا کہ نماز میں تکبیرِ تحریمہ کے بغیر ہاتھ اُٹھانا مکروہ تحریمی ہے اس پر میرا دل مطمئن نہیں ہوا۔ میں چاہتا تھا کہ اکابرین میں سے کسی عالم سے کوئی ایسی نقل پانے میں کامیاب ہوجاؤں جو اس کے خلاف ہو۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ امام ابوبکر جصاص کی احکام القرآن میں رؤیتِ ہلال کے بحث میں یہ معنی بھی ہاتھ آیا کہ اختلاف صرف اولیٰ اور غیر اولیٰ میں ہے (نہ کہ حرام اور ناجائز والی بات)۔ یہ دیکھ کر میرا دل

---

[1] العرف الشذی: ص ۴۷۳۔

...ن الخلاف فیه فی الاولویة۔
فبرد غلیل صدری وسکن
جأشی ولفظ الشیخ حق تعالی
جزائے خیر دے دل ٹھنڈا
کردیا[1]

ٹھنڈا ہوا اور میری بے چینی کو سکون حاصل
ہوا۔ حضرت شاہ صاحبؒ کے اپنے
الفاظ یہ تھے "حق تعالیٰ جزائے خیر
دے دل ٹھنڈا کر دیا۔"

حضرت شاہ صاحبؒ برصغیر میں اٹھنے والے فتنوں سے بے حد متفکر رہتے تھے ملحدوں اور مذہبی بہروپیوں کی ریشہ دوانیوں نے انھیں بے حد بے چین کر رکھا تھا۔ اس لئے وہ اپنے مایۂ ناز شاگردوں اور اعزہ و احباب کو یہ نصیحت اور وصیت کرتے تھے کہ فروعی مسائل میں الجھنے سے گریز کریں۔ خود انھوں نے بعض فروعی مسائل پر جو چند ورقی رسائل لکھے تھے اس پر بھی نادم رہتے تھے کہ کیوں نہ یہ اوراق اور سطور بھی اہم تر علمی و فکری مسائل پر صرف ہوئے بعض اوقات ازراہ تواضع کہتے! عمر گئی کہ عالم میں ایسے تضیع اوقات کیے

---

[1] نفحۃ العنبر، ص ۶۲، مجلس علمی ڈابھیل، ۱۹۳۷ء۔ [2] حضرت شاہ صاحبؒ نے بعض فروعی مسائل پر جو چند رسائل لکھے ہیں اُن سے اُن کی اِن بے شمار علمی، تصنیفی اور اصلاحی خدمات پر کوئی منفی اثر نہیں پڑ سکتا ہے جو اُن کی مبسوط امالی اور جامع ومانع تصانیف کی صورت میں موجود ہیں۔ اگر انھوں نے اپنی زندگی میں صرف اکفار الملحدین اور عقیدۃ الاسلام ہی یادگار چھوڑی ہوتیں تب بھی انھیں امام غزالی اور ابن تیمیہ کی صف کے فضلائے اسلام میں شامل ہونے سے کوئی نہ روک سکتا اس کے علاوہ ان کا عظیم الشان فضل و کمال ان کے جلیل القدر شاگردوں کی وہ جماعت ہے جو موجودہ زمانے میں اسلامی علوم اور فکر کی آبرو ہیں۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے:
"اپنی اس مختصر علمی زندگی میں اکثر یہ دیکھا کہ اکثر لوگ خاص ماحول اور خاص وقت میں صاحب علم اور صاحب ذوق نظر آتے ہیں یا زیادہ ... میں انھیں کوئی علمی چیز یا بحث علمی شوق و مطالعہ، جستجو اور کتابی ذوق نظر نہیں آتا۔ درحقیقت ان میں طالب علمانہ روح نہیں ہوتی وہ اس بات میں بھی شخصیتوں کو مستثنیٰ پایا ایک مولانا انور شاہ کشمیری دوسرے مولانا سید سلیمان ندوی اول الذکر کو کم دیکھا اور ان کی مجلسوں میں شرکت کا اتفاق ایک ہی دو بار رہا مگر ان کی مجلسوں کو علمی تذکروں اور تحقیق و اثبات سے معمور پایا پرانے چراغ ص ۵۰۔

قرار دیتے تھے[1] ۔ وہ فرماتے تھے کہ ان مسائل کے بارے میں قیامت میں کچھ پوچھا بھی جائیگا۔ خدا نے ائمہ کرام کے ذریعہ دنیا میں نورِ ہدایت عام کیا۔ کیا اب وہ انہی کو محشر میں رُسوا کرے گا؟ امت کو ان مسائل و مشکلات کی طرف توجہ کرنی چاہئے جو اسے مختلف فتنوں کی صورت میں درپیش ہیں اور اس کے لئے تمام سہولتوں سے فائدہ اُٹھانا چاہئے۔[2]

آخر میں ہم حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ کی آپ بیتی سے ایک تاریخی واقعہ نقل کرتے ہیں۔ اس سے حضرت شاہ صاحبؒ کی "حنفیت" کی حقیقت سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ فرماتے ہیں:۔

"ابتدائے مدرسی میں ایک اہلِ حدیث نابینا جس کا نام مجھے یاد نہیں مگر میرے کمرے میں ان کی تالیف "میزان الشریعۃ" کے بہت سے حصے رکھے ہیں۔ وہ نابینا تھے مگر اہلِ حدیث میں سے تھے۔ وہ مشکوٰۃ شریف کی ان احادیث کے جو مسلکِ اہلِ حدیث کے موافق ہوں چھوٹے چھوٹے رسائل تصنیف کیا کرتے تھے اور پھر خود ہی انکی فروخت کے واسطے سفر کیا کرتے تھے۔ سہارنپور میں ہمیشہ مستقل اس ناکارہ کے ہاں مہمان رہتے۔

---

[1] وحدتِ امت: مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، مکتبہ المنبر لاہور، ص ۱۹ ۔۔۔ ۲۰

[2] حیات انور: ۱۲۶ ۔۔۔ ۱۲۷ (مضمون: مولانا منظور صاحب نعمانی) ملخصاً

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اپنی اس علمی زندگی میں اکثر یہ دیکھا کہ اکثر لوگ خاص ماحول اور خاص اوقات میں صاحبِ علم اور صاحبِ ذوق نظر آتے ہیں۔ باقی اوقات میں ان میں کوئی علمی دلچسپی، شوق و مطالعہ، جستجو اور کتابی ذوق نظر نہیں آتا۔ درحقیقت ان میں طالبعلمانہ روح نہیں ہوتی اس بارے میں میں نے دو شخصیتوں کو مستثنیٰ پایا ایک مولانا انور شاہ کشمیریؒ دوسرے مولانا سید سلیمان ندوی۔ اول الذکر کو کم دیکھا اور ان کی مجلسوں میں شرکت کا اتفاق ایک ہی دو بار ہوا مگر ان کی مجلسوں کو علمی تذکروں اور تحقیقات و افادات سے معمور پایا۔"

پرانے چراغ ۔ ص ۵۸ ۔ ۵۹۔

تھے اور دیوبند میں حضرتِ سید انور شاہ کے مہمان رہتے تھے۔ ان کا دستور یہ تھا کہ درسگاہوں میں جاتے، مدرّس کو ایک نسخہ پیش کرتے میری اور شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی وجہ سے اکثر مدرسین بھی اُن سے واقف تھے۔ اکثر مدرسین (نذرانہ) کا نسخہ لے کر اس کی قیمت تین آنے یا کم وبیش دے دیا کرتے تھے اور ان کی درخواست پر طلبہ سے بھی کلمۃ الخیر اکثر کہہ دیا کرتے تھے لیکن بعض لوگ اس وجہ سے کہ کوئی خاص مضمون ان کے اندر نہیں ہوتا تھا بجز روایاتِ معروفہ مطابق مسلکِ اہلِ حدیث کے ترجمہ کے، معذرت کر دیا کرتے تھے۔ یہ ناکارہ ان کی آمد پر بیس، پچیس نسخے ہمیشہ خریدتا، حضرتِ مولانا انور شاہ صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ ڈیڑھ سو نسخے ہمیشہ خریدتے اور ہم دونوں شہرۂ قیمت سے زیادہ ہی اُن کو دیا کرتے تھے۔ اُن کی معذوری اور حدیثِ پاک کی خدمت اور حقِ مہمانی کی بنا پر۔ ان کے جانے کے بعد ان کے رسالے طلبۂ حدیث میں یہ کہہ تقسیم کر دیتے تھے کہ رسائل گو مسلکِ اہلِ حدیث کے ہیں مگر احادیث کا ترجمہ تو بہر حال ہے ہی۔ ان کے سامنے اس وجہ سے طلبہ کو نہیں دیا کرتے تھے کہ ہمارے اِس مفت دینے کی وجہ سے ان کی خریداری پر اثر نہ پڑے"۔[1]

یہ عالی حوصلگی، ملّی بہی خواہی اور انسانی ہمدردی کی ایسی مثال ہے جس کے نمونے صرف عہدِ صحابہ و تابعین میں ملتے ہیں۔ اِس زمانے میں یہ کسی کھلی کرامت سے کم نہیں ہے۔

فقہ حنفی کی تائید کے نتائج

حضرتِ مولانا انور شاہ کشمیریؒ کی مسلکِ حنفی کی تائید و نصرت سے جو اچھے نتائج ظاہر ہوئے اُس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا ہے۔ ہماری حقیر رائے میں اگر حضرت شاہ صاحبؒ نے اپنے زمانے میں اس جانب توجہ نہیں کی ہوتی تو آج فقہ حنفی کی ہندوستان میں وہ صورت قطعاً نہ ہوتی جس میں یہ آج موجود ہے۔ ان کے عہد میں تقلید بالخصوص فقہِ حنفی کی تقلید کے خلاف نفرت و بغاوت کی ایسی بدترین لہر اُٹھی تھی کہ کسی کا حنفی کہلانا گالی خریدنے سے

---

[1] آپ بیتی۔ بحوالہ "الفرقان" "شیخ الحدیث" نمبر۔

کم نہیں تھا۔ خود احناف میں جو علماء روشن خیال تھے وہ بھی مسلکِ اہلِ حدیث کی طرف مائل ہو رہے تھے جن کا نمایاں مرکز دارالعلوم ندوۃ العلماء تھا۔ اِس ادارے کے علماء اور اساتذہ کرام یقیناً مسلکِ حنفی پر ہی کاربند تھے۔ بالخصوص حضرت مولانا محمد علی مونگیری، مولانا محمد فاروق چریا کوٹی، علامہ شبلی نعمانی، مولانا عبدالحی حسنی وغیرہ علماء کی حنفیت سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا ہے مگر جس طرح دارالعلوم دیوبند کے اساطین اور مدرسۃ العلوم علی گڈھ[2] کے بانی نے ہندوستان میں مسلکِ حنفی

---

[1] اس کے لئے ندوۃ العلماء کے عربی زبان کے ایک قابل ادیب مولانا مسعود عالم ندوی مرحوم کی تصنیف ——— "بدنام مصلح: محمد بن عبدالوہاب" دیکھی جا سکتی ہے۔ کتاب کے بعض حواشی پڑھ کر ہی اندازہ ہوگا کہ تقلید کا نام آتے ہی وہ کتنے مغلوب الغضب ہوتے ہیں۔ [2] سر سید احمد خاں مرحوم سے ہزار اختلاف سہی مگر ان کی عبقریت مسلّم ہے۔ انھوں نے بھی شاہ ولی اللہ صاحبؒ ہی کی طرح ہندوستان میں حنفی مذہب کی اہمیت اچھی طرح محسوس کی تھی۔ انھوں نے مدرسۃ العلوم کے شعبہ تعلیم مذہب اہل سنت وجماعت کے منتظمین کو ——— جو خزینۃ البضاعۃ کے نام سے موسوم تھی ——— یہ ہدایت دی تھی کہ وہ اِس شعبے کا سلیبس مرتب کرتے وقت حنفی مذہب کو پیش نظر رکھیں۔ لکھتے ہیں۔

"یہ تمام سلسلے جن کا اوپر مذکور ہوا مذہب اہل سنت وجماعت کے مطابق حنفی مذہب کے منتخب ہونے چاہئیں کیوں کہ تمام اہل ہند سنی حنفی مذہب ہیں اور مدرسۃ العلوم میں حنفی مذہب کی تعلیم ہوگی"۔

مکتوباتِ سر سید: مرتبہ شیخ محمد اسماعیل پانی پتی، لاہور (۱۹۵۹ء)

یہ ہدایت دراصل حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے اسی لا تخالف غواص ——— بلادک کی آبیاری تھی جس کا انھیں غیبی طور پر حکم ہوا تھا۔

مولانا آزاد نے تذکرہ میں تقلید کی مخالفت میں جو کچھ سنایا ہے تو اس کی کوئی وقعت نہیں ہے اس کتاب میں اگرچہ انھوں نے معلومات کا دریا بہایا ہے تاہم انھیں اس طرح پیش کیا ہے کہ یہ محققانہ تصنیف کے بجائے ادبی شاہکار بن گئی ہے۔ چنانچہ نہ صرف مذہبی علماء نے اس کے بعض مضامین سے اختلاف کیا ہے (جس کے لئے کم از کم علامہ محمد یوسف بنوری کا مقدمہ مشکلات القرآن اور مولانا ابوالحسن علی ندوی کے نزھۃ الخواطر جلد ۸ میں مولانا آزاد کے (باقی آگے صفحہ ۲۵ پر)

کی تاریخی اور معاشرتی اہمیت مدنظر رکھ کر اسے اپنے اپنے اداروں کی تعلیم وتدریس کا اہم ترین جزو بنا دیا۔ اس کے برعکس ندوۃ العلماء نے اس کو یکسر نظر انداز کیا اور کسی زمانے میں جب ہمیں دار العلوم ندوۃ العلماء میں تقلیدِ فقہی سے نجات اور خلاصی کی وسیع پیمانے پر جو کوششیں نظر آتی ہیں وہ اس کا کھلا ثبوت ہے۔ علامہ شبلی نعمانیؒ کی بڑھتی ہوئی فکری تبدیلی اس میں مفید و مددگار ثابت ہوئی تھی۔ اس حقیقت کے باوجود کہ انھیں اخیر تک "نعمانی" اور "اعظمی" کہلانے سے شیفتگی رہی اُن کے ذہین تلامذہ اور احباب اُن کے مزاج و مذاق کے اُس تغیر سے بے خبر اور بے اثر نہیں رہ سکتے تھے جس کا خود علاّمہ مرحوم و مغفور کو بھی اعتراف تھا ؎

خجل ہستم زکفرِ خود کہ دارد بوئے ایماں ہم (شبلیؒ)

یا ع شکرِ ایزد کہ ہم ایں کردم و ہم آں کردم (شبلیؒ)

اس آزادی اور روشن خیالی کے سامنے بیچاری حنفیت اپنی جگہ کہاں قائم رہ سکتی تھی؟ ورنہ علامہ شبلیؒ اپنے ابتدائی دورِ حیات میں اس قدر سخت حنفی واقع ہوئے تھے کہ حضرت مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلیؒ کی ادنیٰ ترین فقہی لچک بھی برداشت نہیں کی تھی اور زبان وقلم سے حضرت مولانا مرحوم کے خیالات کی تردید کی تھی۔ مگر اب تو حالت یہ ہوگئی تھی کہ جو اُن سے

——— (بقیہ صفحہ گزشتہ) تذکرے میں اپنے اضافہ ہوتے دیکھے جا سکتے ہیں) بلکہ ادب، فلسفہ اور تعلیم کے ماہرین نے بھی مصنف کی بے اعتدالی کا اعتراف کیا ہے۔ ڈاکٹر سید عابد حسین مرحوم لکھتے ہیں: "پہلے دور کی تحریروں میں جن کا بہترین نمونہ تذکرہ ہے کچھ تو لکھنے والے کے سنِ شباب کے تقاضے سے اور کچھ اُس زمانے کے عام مذاق کے اثر سے شدتِ احساس و شدتِ اظہار، بے قید تخیل اور بے ضبط مبالغہ غرض وہ چیزیں موجود ہیں جنھیں ہمارے نقاد رومانی اسلوب کی خصوصیتیں قرار دیتے ہیں۔"

انشائیات: ص ۱۸۴، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ ۱۹۷۶ء

پڑھتا تھا وہ جہاں مختلف اثرات قبول کرتا تھا وہاں اپنے اُستاد کی نام نہاد حنفیت سے بے نیاز بھی ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ اپنے شاگردِ رشید علامہ سید سلیمان ندویؒ سے فرمایا تھا:

"میری عجیب قسمت ہے، میں تو پکا حنفی ہوں اور جو مجھ سے پڑھتا ہے وہ اہلِ حدیث ہو جاتا ہے۔ حمید الدین کا بھی یہی حال ہوا اور تمہارا بھی یہی حال ہے"[1]

وجہ ظاہر و باہر ہے (گو علامہ شبلیؒ جیسے فاضل و فرزانہ حیرانگی کا اظہار کرتے ہیں) کہ حنفی مذہب اور امام ابو حنیفہؒ کی فقہ اور فکر کے خلاف جو شدید پروپیگنڈا بعض سرمایہ داروں کے تعاون سے منظم طور پر جاری تھا اُسے علامہ ممدوح اور اُن کے ہم خیال احباب اور تلامذہ ناقابلِ توجہ سمجھتے تھے اور مدافعت کی بھی کوئی ضرورت محسوس نہیں کرتے تھے۔ ارادہ بالکل نیک تھا مگر عملاً اس سے وہی خطرناک نتائج نکل رہے تھے جن کا اندیشہ حضرتِ شاہ ولی اللہؒ نے حجۃ اللہ میں ظاہر کیا تھا اور جس پر سید احمد خاں جیسے روشن خیال شخص کو بھی نگاہ تھی۔ کیونکہ ہر شخص شبلیؒ جیسا علامہ نہیں ہو سکتا ہے جو تقلید اور تعصب کے درمیان فرق کرنا جانتا ہو۔ نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ پروپیگنڈا روز بروز شدت اختیار کرتا تھا اور حنفیت سے بڑھ کر شریعت کے ساتھ اعتبار اُٹھتا تھا، امام اعظم ابو حنیفہؒ کی ذات، اُن کی ترجیحات و مختارات اور تمام فقہ حنفی سے بغض و نفرت کی مہم تیز تر ہوتی جاتی تھی جس سے ہندوستان ایک قسم کی خوفناک خانہ جنگی کی لپیٹ میں آ گیا تھا۔

یہ صرف حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحبؒ کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ حنفی مذہب سے بے اعتمادی اور بدظنی کی فضا دور ہوئی اور اس کے قرآن و سنت کے عین مطابق ہونے پر یقین ہوا۔ حضرت مولانا عبد القادر رائے پوریؒ جیسے بزرگ فرماتے ہیں کہ میں دلی میں میاں نذیر حسین صاحبؒ کے درس میں بیٹھ کر حنفی مذہب چھوڑنے کی طرف مائل ہو چلا تھا۔[2]

---

[1] حیات شبلی ص ۸۱ [2] انوار الباری: مولانا احمد رضا بجنوری: مقدمہ حصہ دوم تذکرہ مولانا انور شاہ کشمیری محدث

مگر انہی دنوں سنہری مسجد میں مولانا انور شاہ صاحب کے درس کی تقریر سُنی تو معلوم ہوا کہ حنفیوں کے پاس بھی دلائل ہیں[1]۔ شاید یہ بھی علامہ انور شاہ صاحب کی امام ابوحنیفہؒ کی فقہ اور فکر پر اعتماد کی بحالی میں انتھک کوششوں ہی کا نتیجہ تھا کہ علامہ اقبال نے بھی اپنے مشہور انگریزی خطبات کے چھٹے خطبہ "The principal of movement in the structure of Islam" میں امام ابوحنیفہؒ کے قبولِ حدیث کے شروط اور قیود کو معقول و موزوں قرار دے کر اُن کے فقہی کتب کو جدید مسلکی توسّع اور حُرّیت پیدا کرنے کے لئے مفید اور مددگار ہونا تسلیم کیا ہے[2]۔ اور تو اور خود حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ (جن کا غیر مقلدانہ رجحان دیکھ کر علامہ شبلیؒ نے گلہ کیا تھا) کے بارے میں سید صباح الدین عبد الرحمان صاحب نے لکھا ہے :

"آخری عمر میں جزوی مسائل میں بھی امام ابوحنیفہ کے مسلک کے پابند ہو گئے تھے"[3]

یہی حال مولانا حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہوا تھا۔ مولانا سید سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں :

---

[1] سوانح حضرتِ شاہ عبد القادر رائے پوری: مؤلفہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی: ص ۳۶ سنہری مسجد میں درس و تدریس کے وقت علامہ کشمیری کی عمر صرف ۲۳ برس کی تھی۔ مگر درس کی شہرت و مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ قرب و جوار کے اکابر اساتذہ کا درس ابتلا میں پڑ گیا لہٰذا زمانے میں وہ مولانا شوق نیمویؒ کی ان کی آثار السنن کی تالیف میں خط و کتابت کے ذریعہ علمی اعانت بھی کرتے تھے۔ [2] ص ۱۷۲ اورنٹل پبلشرز دہلی ۱۹۷۵ء [3] "معارف" سلیمان نمبر ص ۱۲ [4] حیاتِ سلیمان: مولانا شاہ معین الدین ندوی مرحوم ص ۷۶۔

"مولانا حمید الدین مرحوم اپنے چچا مولوی سلیم صاحب کے اثر سے ایک زمانہ میں اہلِ حدیث ہو گئے تھے پھر رجوع کیا۔"

اب تو دار العلوم نے اپنے مسلک کی صاف الفاظ میں وضاحت بھی کی ہے اور ہندوستانی میں فقہ حنفی کی اہمیت کا اعلاناً اعتراف کیا۔ مولوی محمد رابع ندوی صاحب لکھتے ہیں:

اهتم علماء شبه القارة بدراسة الفقه وبالتعمق في معرفة الأحكام الشرعية المتفرعة منه، وبإبانة اختلاف المذاهب الأربعة فيها۔ وأعظم عنايتهم في ذلك بفقه المذهب الحنفي۔ وذلك لأنه، هو المذهب الوحيد الذي يسود في أغلب أنحاء الهندية، ولا يخرج منه ذلك إلا بعض الجوانب الساحلية من هذه البلاد، فحاجة أغلب أهل الهند هي في الفقه الحنفي۔[۲]

اِس برِ صغیر کے علماء نے فقہ کی تدریس اور احکامِ شریعت کی جانکاری کے لئے بحث و تحقیق کی جانب ہمیشہ سے خاص توجہ کی ہے جس کے دوران وہ مذاہبِ اربعہ کے اختلاف کی وضاحت بھی کرتے ہیں۔ اِس دوران وہ مذہبِ حنفی کی تائید کا خاص اہتمام کرتے ہیں کیوں کہ یہی وہ فقہی مذہب ہے جو برِ صغیرِ ہند کے اکثر مقامات پر حاوی ہے اور صرف چند ساحلی اطراف وجوانب کے لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اِس لئے ہندوستانی کے اکثر مسلمانوں کی ضرورت حنفی فقہ ہی کی طرف ہے۔

لہ حیات شبلی: علامہ سید سلیمان ندوی: ص ۸۱ (حاشیہ)

لمہ البعث الاسلامی، خصوصی نمبر شعبان تا شوال ۱۳۹۵ھ: ص ۲۰۴